روشن خیال اور اعتدال پسند معاشرے کی تشکیل کا نبوی منہاج

حذافہ رفیق

خالقِ کائنات نے انسان کی راہنمائی اور اپنی کمال رحمت و رافت کے اظہار کے لیے جو نظام تجویز فرمایا، اس جادۂ حق کو اسلام کا عنوان عطا فرمایا۔ یہی وہ صراط مستقیم ہے جو درحقیقت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرور انبیاء حضرت محمد ﷺ تک کے سلسلہ ہادیانِ برحق کی بعثت کا باعث و حقیقی سبب ہے۔ یہی وہ دین حق ہے جو ﴿لیظھرہ علی الدین کلہ﴾ کا مصداق اصلی ہے۔ یہ وہ فیضانِ حق تھا جو صحرائے عرب میں بادِ باراں بن کر برسا تو دلوں کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہانے لگی، دم توڑتی انسانیت کو آبِ حیات ملا۔ یہ وہ آفتاب ہدایت تھا جس کی ضیا پاشیوں نے انسان سماج پر صدیوں سے پڑے ظلمتوں کے دبیز پردوں کو چاک کر کے ہر سو روشنی پھیلائی، یہ تو نظام زندگی تھا، علمائے سیاسیات آج جس کے انسانی تمدنی تاریخ کے پہلے باضابطہ نظام ہونے کا اعتراف کرتے ہیں زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق راہنمائی کرنے والا یہی ضابطہ حیات تو تھا جس کا نفاذ انسانوں کی فلاح، خیر و برکت، ترقی و خوشحالی، امن و سلامتی کا وہ دور لایا جسے تاریخ بے حد فخر کے ساتھ 'خلافت راشدہ' کا تاج زریں پہناتی ہے۔

یہ وہ مقدس دین تھا جس کی برکتوں سے عرب کے صحرا نشینوں نے عجم، افریقہ، اندلس، خراسان' کاشغر اور سندھ میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی وہ نورانی شمعیں روشن کیں کہ جن کی مستعار کرنوں نے خوابِ جہالت کے مزے لیتے ہوئے وحشی یورپ کو بیدار کیا۔ یورپ کا کوئی منصف مزاج مؤرخ انسانیت پر عرب کے ان بادیہ نشینوں کے اس احسانِ عظیم کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مگر

افسوس، صراط مستقیم کی روشنی میں سفر کرنے والے منزل سے دور ہوکر مادیت، دنیاداری، لہو ولعب، جاہ و حشمت، انتشار اور گمراہی کی ایسی پگڈنڈیوں پر چل نکلے کہ بھٹکنا ان کا مقدر ٹھہرا اور پھر ان کے قدم ایسے ڈگمگائے کہ ان کے طرز یدہ ہاتھوں میں نور وآگہی، ہدایت وروشنی کے پرچم قائم نہ رہ سکے۔ دنیا کو 'آفتاب ہدایت' کی تجلیوں سے منور کرنے کی دعوت لے کر اٹھنے والے آج تہذیب جدید کے آتش کدے میں دہکتی ٹھیکریوں سے روشنی پاکر ترقی کی روشن راہوں پر گامزن ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

پھر اسلامی معاشرے آج ان برکتوں سے محروم ہیں جو ان کے اسلاف کو اسلام پر عمل پیرا ہونے سے ملی تھیں تو تعجب کا ہے کو ہو! اس تہذیب جدید کے آتش کدے نے اس انسان کو 'روشن خیالی' کے مغربی تصور میں مبتلا کر کے اس کو مادیت کا پرستار کر دیا پھر ہر شیطنیت پسند حربہ اس کا مقدر ٹھہرا۔ ہر خلاف فطرت امر کو اس نے اپنی زندگی کا مدار ٹھہرایا پھر اس نے فطرت کو چیلنج کیا اور فطری تقاضوں کی حدود و قیود کو توڑ کر انسان انتہا پسندی اور حیوانیت پر اتر آیا یہی وہ انتہا پسندی ہے جس نے اعتدال پسندی میں حائل ہوکر ہر اس مادہ پرستانہ امر کا پرچار کیا جس سے رب کائنات کی ناراضگی لازم آتی ہے۔

ہزار ہا قربانیاں جو صرف 'اسلام' کے لیے منظر عام پر آئیں اس 'منفی روشن خیالی' کے سبب ان کی آرزوؤں کی کھیتیاں اسلامی نظام کی بوند بوند کو ترس رہی ہیں۔ ان کی امنگوں کے چمن بھی تک خزاں دیدہ ہیں، ان کی قربانیوں کے ثمر آور ہونے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہے بس ایک حسرت ناتمام ہے جو ان کی روحوں کو گھائل کیے دیتی ہے بارہا ایسا ہوا کہ اسلامی نظام کی شمعیں ٹمٹماتی نظر آئیں، جذبے ایک دفعہ پھر بیدار ہوتے نظر آئے، فرنگی کے چھوڑے ہوئے نظام کی گرفت ڈھیلی پڑتی نظر آئی، مگر یہ سب کچھ شفق کی لو تھی جس کے بعد منظر ایک دفعہ پھر تاریکی میں ڈوب جاتا ہے۔

روشن خیالی واعتدال کا مفہوم

'روشن خیال' کے لیے عربی لفظ 'واضح' اور 'وضاح' ہے جن کا مادہ (و۔ض۔ح) وضح ہے۔

المنجد میں اس کا معنیٰ 'واضح ہونا' ظاہر ہونا، بیان کیا گیا ہے۔

''استوضح استیضاحاً''(۱)

''بحث کرنا، وضاحت کرنا''

اسکے لئے انگریزی لفظ "Enlighten" استعمال کیا گیا ہے اور اس کے معنی ہیں:

"Enlighten: to shed light on, to make clear to the minds to impart knowledge or religion, to free from prejudice or superstition."(2)

انگریزی، عربی ڈکشنری میں معنی بیان کیا گیا ہے:

تکبیر ، توسیع ،مبالغه ، اطناب	Enlightenment
اوضح، اضاء ، انار	Enlighten
متنور ، مستنير	Enlightened
وضاح	Shining
وضح	Light, Brilliance

Encyclopedia of Britanica میں Enlightenment کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

" ...The power by which man understands the universe and improves his own conditon. The goals of rational man were considered to be knowledge, freedom and happiness."(4)

اسی طرح 'اعتدال' عدل سے ہے جس کے معنی ہیں:

''انصاف کرنا، سیدھا کرنا، برابر کرنا''(۵)

مندرجہ بالا تعریفوں سے 'روشن خیال' اور اعتدال کا یہ مفہوم سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر معاملے کو اس

طرح وضاحت سے اور سیدھے انداز میں بیان کرنا کہ اس کی رسائی دماغوں تک ہو جائے اور اس سلسلے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ لیکن عصر حاضر میں روشن خیالی کا مفہوم وہ لیا گیا ہے جو کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں "Rational Man" کا تصور بیان کیا گیا ہے۔ ''آزادی اور خوشی'' آج اسی آزادی، خوشی اور لذت کا حصول انسان کا مدعا و مقصد ٹھہرا ہے۔

عصر حاضر میں روشن خیالی کا رجحان ..... اساسیات و پس منظر

آج ہم روشن خیالی کی جس انتہا تک پہنچ چکے ہیں یہ آج کی پیداوار نہیں بلکہ اس کی بنیادیں صدیوں پرانی ہیں جس کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے:

عیسائیت کا سلطنتِ رومہ پر فائز ہونا دراصل ایک حادثہ تھا جس سے عیسائیت کو سابقہ پیش آیا جب دنیا پرست لوگوں نے دیکھا کہ یہ مذہب اب ریاست کا مذہب بن گیا ہے تو وہ دنیاوی فوائد کو حاصل کرنے کے لیے عیسائی بن گئے لیکن رومیوں کی کسی جہت سے بہتری نہ ہوئی۔ مذہب ایک بے جان ڈھانچہ، رومیوں کو ترقی کی بجائے تنزل کی طرف لے گیا نتیجتاً اہل رومہ میں سے ایک گروہ اگر عیش و عشرت کا پرستار ہو کر رہ گیا تھا تو دوسری طرف اہل مذہب پر مردم آزاد، آدم بیزار اور دشمن فطرت رہبانیت کا جنون طاری تھا اس نے انسان کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا لہٰذا یہ مردم آزاد طبقہ جلد ہی اس کی سختیوں سے گھبرا اٹھا اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

یہ وہ زمانہ تھا جس میں یورپ میں عقلیت (Rationalism) نے جنم لیا۔ انسانیت کے جسم میں گرم خون کی لہر دوڑ گئی، نبض میں حرکت اور جسم میں تھرتھراہٹ پیدا ہوگئی ان لوگوں نے کلیسا کی زندگی کے بدنما پہلوؤں کو کچلنا شروع کر دیا اس کے ردعمل کے طور پر اہل کلیسا نے لوگوں پر مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اہل کلیسا کے ان لرزہ خیز مظالم اور چیرہ دستیوں نے پورے یورپ میں ایک ہلچل مچا دی۔ سب لوگوں نے کلیسا سے نفرت شروع کر دی اور نفرت و عداوت کے اس جوش میں بدقسمتی سے انہوں نے مذہب کے پورے نظام کو تہہ و بالا کرنے کا تہیہ کر لیا اور یوں اہل کلیسا کی حماقت کی وجہ سے پندرہویں اور سولہویں صدی میں ایسی جذباتی کشمکش شروع ہوئی جس میں 'ضد' سے بہک کر 'تبدیلی' کے جذبات

خالص الحاد کے رستے پر پڑ گئے اوراس طویل کشمکش کے بعد مغرب میں ’تہذیب الحاد‘ کا دور شروع ہوا۔ اسی ’تہذیب جدید‘ کے معماروں نے اسی الحادی فلسفہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی عمارت تعمیر کی اور وہ تحریک جس کا آغاز اس مفروضہ پر کیا گیا کہ کوئی خدا نہیں کوئی الہامی ہدایت نہیں، کوئی واجب الاطاعت نظام اخلاق نہیں، کوئی حشر نہیں اور کوئی جوابدہی نہیں، ’ترقی پسند‘ تحریک کہلائی۔ خیالات، نقطۂ نظر، نفسیات وذہنیت، اخلاق واجتماع، علم وادب، حکومت وسیاست غرض زندگی کے تمام شعبوں کو اس طوفان نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس ’’ترقی پسند‘‘ اور ’’آزاد خیالی‘‘ نے ذہنی انار کی شکل اختیار کر لی اوراب ’روشن خیالی‘ کے یہ معنی قرار پائے کہ... انسان کو ہر قسم کی پابندی سے آزاد ہونا چاہیے خواہ وہ مذہب کی عائد کردہ ہو یا سماج کی‘‘ (۶)

اس روشن خیالی کی عملی انتہا یہ تھی کہ ہر وہ چیز جو پہلے سے چلی آتی ہو، وہ چاہے اپنے اندر صداقت وافادیت کے کتنے ہی پہلو رکھتی ہو اسے بہرحال رد کر دینا اوراس کے مقابلہ میں انوکھی اور نئی بات کہنا ہی ’’روشن خیالی‘‘ کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس نظریہ کا اثر اس قدر ہمہ گیر تھا کہ زندگی کے تمام شعبے اس سے متأثر ہوئے۔ یہی وہ ’’روشن خیالی‘‘ ہے جو آج یورپ کا مطمح نظر ہے اور یورپ نے یہ انجیکشن اقوامِ عالم پر مسلط کیا یہاں تک کہ اسلامی معاشرہ بھی اس کی زد میں بہہ گیا۔

سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

’’مسلمانوں کی نئی نسلوں کی مغربی تعلیم وتربیت ان کو اس قابل نہیں رکھے گی کہ وہ اپنے کو اس مخصوص ربانی تمدن کا نمائندہ سمجھیں جس کو اسلام لے کر آیا اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں کہ ان روشن خیالوں کے اندر دینی عقائد برابر مضمحل ہوتے جارہے ہیں جنہوں نے مغربی بنیادوں پر نشو ونما حاصل کیا ہے‘‘ (۷)

روشن خیال، اوراعتدال پسند اسلامی معاشرہ کی تشکیل وضرورت سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

آج بے شمار روشن خیال لوگ جو درحقیقت مغرب کے پروردہ ہیں ان کے خیال میں اسلام

اپنے اندر وہ لچک نہیں رکھتا جو کہ ان کی آزادی کا مقتضا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ روشن خیالی کا مطلب صرف مادر پدر آزادی ہے۔

سیکولرازم، بے حیائی، بے راہ روی اور مساوات مرد وزن کا دور دورہ ہے اور ہر خلاف اسلام امر ان کے لیے روشن خیالی کا گمان پیدا کرتا ہے لیکن ایک صاحب عقل کو سوچنا چاہیے کہ اسلام ہی سب سے زیادہ روشن خیال و روشن ضمیر اور معتدل دین ہے جس نے ادیان عالم کی قیود کو توڑ کر انسان کے سامنے وہ نمونہ زندگی رکھا جو روشن، قابل فہم اور قابل عمل ہے۔ جس میں حقوق و فرائض کا بھی تعین کر دیا گیا ہے اور انسانیت کی تکریم و فضیلت کا معیار بھی۔ لہٰذا اسلام مغرب کی اندھی روشن خیالی کی تردید کرتا ہے۔ بلکہ اصل میں وہ جہالت ہے اور وہ روشنی جو حرا کے دامن سے نمودار ہوئی اصل میں وہی روشن ضمیری کا مظہر ہے خود کو پہچاننا، خدا کی پہچان، کائنات کی پہچان ہی اصل میں روشن ضمیری کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ قرآن سب سے پہلے روشن ضمیر کتاب ہے جس کو ادیان عالم کی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا:

"یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا"(۸)

''آسانی پیدا کرو تنگی نہیں، خوشخبری دو نفرت نہ پھیلاؤ''

عصر حاضر میں انسان مغربیت کے ہتھکنڈوں میں جکڑا ہوا ہے اسلام ہرگز بھی روشن خیالی و اعتدال پسندی کی ممانعت نہیں کرتا بلکہ امت مسلمہ کو امت وسط قرار دیا گیا ہے جو کہ راہِ اعتدال اختیار کرنے والی امت ہے۔

﴿و کذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهدآء علی الناس﴾(۹)

''اور اسی طرح ہم نے تو مسلمانوں کے وسط بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو''

لہٰذا اسلام میں عقاید ہوں یا عبادات، اخلاقیات ہوں یا معاشرت.... خواہ کوئی بھی شعبہ زندگی ہو اسلام انسانوں کے لیے نہایت آسان اور سیدھی راہ کی نشاندہی کرتا ہے اور اسلام کسی بھی منزل اور مرحلہ پر مایوسی کا تصور نہیں دیتا بلکہ اس راہ پر چلنے والوں کے لیے کشادگی ہی کشادگی اور روشن

خیالی ہے۔ اسلام کسی پر کوئی چیز مسلط نہیں کرتا جبراً نہیں منواتا بلکہ اسلام صرف انسان کو وسعت نظری اور روشن خیالی عطا فرماتا ہے پھر راستوں کا تعین اسی روشن خیالی کا مرہون منت ہوتا ہے۔ اسلام ہر قسم کی زیادتی اور غلو کا خاتمہ کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ایاکم و الغلو فی الدین فانما ھلک من قبلکم بالغلو فی الدین"(۱۰)

''تم دین میں غلو کرنے سے بچو تم سے پہلے کے لوگ دین میں غلو ہی کے باعث ہلاک ہوئے''

اسلام کلی طور پر ایسے عقاید و عبادات کا حامل ہے جو فطری اصولوں کے عین مطابق ہیں یا یوں کہہ لیجیے کہ اسلام کی تعلیمات واحکام اور فطری تقاضوں میں کوئی تصادم نہیں۔ بقول مولانا مناظر احسن گیلانی ''یہی ایک سچے مذہب کی پہچان ہے''۔(۱۱)

عقاید اسلام میں اعتدال پسندی

اسلام کسی پر ایک دم بوجھ نہیں ڈالتا بلکہ آہستہ آہستہ اور تدریجاً آسانی سے آغاز کرتا ہے اس حقیقت کی طرف حضرت عائشہؓ نے اشارہ فرمایا:

" انما نزل اول ما نزل منه سورة من المفصل فیھا ذکر الجنة والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اول شی لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر ابدا ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدا"(۱۲)

''قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل کی گئی وہ ایک مفصل سورت تھی جس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کے دائرے میں آ گئے تب حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے اگر بالکل شروع میں حکم آ جاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز شراب نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے''

گویا اسلام ایسا روشن خیال دین ہے جس نے لوگوں کی نفسیات اور وقت کے تقاضوں کو مد نظر رکھ کر احکام نازل فرمائے۔ عقاید میں توحید سے انسان کے اندر جو روشن خیالی پیدا ہوتی ہے دنیا کا کوئی مذہب اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا اسی طرح رسالت کا تصور بھی روشن خیالی سے نوازتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان ان يكون الله و رسوله احب اليه مما سواهما و ان يحب المرء لا يحبه الا الله وان يكره ان يعود في الكفر كما يكره ان يقذف في النار" (۱۳)

"تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں اسے ایمان کی لذت حاصل ہوگی۔ وہ شخص جسے اللہ اور اس کا رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں، وہ بندے سے صرف اللہ کی خوشنودی ورضامندی کے لیے محبت کرے اور وہ شخص جو ایمان لایا ہو اور پھر کفر کی طرف واپس جانا ایسا ہی برابر جانتا ہو جیسا کہ اس امر کو برا سمجھتا ہے کہ اسے آگ کے اندر ڈالا جائے"

روشن خیالی یہی ہے کہ مخلوق سے محبت کرنے میں بھی مقصد خالق کی رضا ہو نہ کر مادیت یا دنیاوی فوائد پیش نظر ہوں۔

عبادات اور ایمانیات میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ہمیشہ روشن پہلو سے پرامید رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ دو مجلسوں کے پاس سے گزرے جو مسجد میں منعقد ہوئی تھیں آپ نے فرمایا دونوں مجلسیں بھلائی پر ہیں لیکن ان میں ایک دوسری سے بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں سے ایک عبادت میں مصروف ہے اور اللہ ہی سے دعا کر رہی ہے اور اس سے اپنی خواہش ورغبت کا اظہار کر رہی ہے، اگر چاہے تو انہیں عطا کرے اور چاہے تو روک دے اور دوسری جماعت تو وہ دینی فہم عطا کر رہے ہیں اور جاہلوں کو علم سکھا رہے ہیں لہٰذا یہ لوگ بہتر ہیں اور میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں (یہ کہہ کر) آپ بھی ان میں بیٹھ گئے" (۱۴)

دعوتِ دین کے سلسلہ میں بھی اعتدال پسندی کو مدنظر رکھا گیا:

"عکرمہ سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ لوگوں کو جمعہ جمعہ وعظ کیا کرو اگر اس سے زیادہ ہو تو ہفتہ میں دو بار، اگر اس سے بھی زیادہ کرنا ہو تو ہفتہ میں تین بار اور لوگوں کو قرآن سے بیزار نہ کرو ایسا ہرگز نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس ایسے وقت میں آؤ جب وہ اپنی کسی اور دلچسپی میں ہوں اور اس وقت ان کو وعظ سنانا شروع کر دو اور اس کا نتیجہ بیزاری ہے ایسے موقع پر خاموش رہو یہاں تک کہ لوگ تم سے خواہش

کریں تو ان کو سناؤ تا کہ تمہارا وعظ رغبت سے سنیں‘‘ (۱۵)

آخرت کا تصور بھی انسان کو روشن خیالی سے ہمکنار کرتا ہے۔ اسلام کا یہ عقیدہ بالکل فطری اور اعتدال پر مبنی ہے کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی دادرسی کا انجام سنا دیا۔ ایسا دن آئے گا جب ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم﴾ (۱۶)

آپ نے داعیانِ حق کے لیے صحیح طرز عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین﴾ (۱۷)

’’تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، دشواری پیدا کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے‘‘

لہٰذا اسلام نے ایمانیات کے معاملہ میں کہیں بھی زبردستی نہیں بلکہ اعتدال اور آسانی کو مدنظر رکھا اور یہی روشن خیالی کا منہ بولتا مظہر ہے۔ آج عصر حاضر تقاضا کرتا ہے ایسی ایمانیات کا، اور جب ایمانیات میں اتنی پختگی ہوگی تو انسان کی زندگی کے تمام اعمال احسن ہوں گے۔

عبادات میں اعتدال و روشن خیالی

عبادات کے ضمن میں عصرِ حاضر میں بے شمار غلو پیدا ہو چکا ہے لیکن اسلام کی تعلیمات فطری اصولوں اور اعتدال پر مبنی ہیں۔ تعلیمات نبویہؐ سے عبادات کے ضمن میں اعتدال پسند تصور ملتا ہے۔

بعض لوگ عہد نبوی میں جب اقامت کرتے تھے تو نماز میں طول دیتے تھے جس سے کاروباری اور ضعیف لوگ گھبرا جاتے تھے ایک شخص نے اسی بنا پر امام کی شکایت کی آپ کو معمول سے زیادہ غصہ آ گیا اور فرمایا ’’تم مذہب سے لوگوں کو متنفر کر رہے ہو امام کو نماز میں تخفیف کرنی چاہیے کیونکہ ان میں مریض، ضعیف اور کاروباری لوگ شامل ہوتے ہیں‘‘ (۱۸)

نماز کا اصل مقصد خشوع فی الصلاۃ ہے کسی کے طرز عمل سے اس کا ظہور نہیں ہوتا تھا تو نبی اکرم ﷺ اسے تنبیہ فرماتے تھے۔ ’’ایک بار ایک شخص نے نہایت عجلت کے ساتھ نماز پڑھی، نماز پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا نماز کو دہراؤ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں اس نے تین بار نماز دہرائی۔ آپ ﷺ نے

تکبیر، قرات، رکوع وسجود اور قعود کے وہ طریقے بتائے جن سے اطمینان وسکون، وقار اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا۔(۱۹)

نظام مذہبی کا سب سے خطرناک مرض بدعت ہے اگرچہ آنحضورﷺ کے زمانے میں مسلمان اس مرض میں مبتلا نہیں ہوسکتے تھے تاہم جاہلیت کے زمانے کی بہت سی بدعتوں کی جھلک کبھی کبھی نظر آجاتی تھی اس لیے آپ ہمیشہ ان کے مٹانے کے لیے مصروف رہتے تھے۔ بدعت کی مختلف قسمیں اور مختلف مظاہر ہیں لیکن اس کی بدترین شکل رہبانیت اور جوگ ہے جو یہود ونصاریٰ کے مذہب کا جزو بن گئی تھی۔عرب پر یہود ونصاریٰ کا مذہبی اثر غالب تھا اس لیے وہاں بھی اس قسم کی بدعات پیدا ہوگئی تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرتﷺ نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دونوں بیٹوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کے جارہا ہے، پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے، ضعف کی وجہ سے بیٹوں کے سہارے چلتا ہے۔آپ نے فرمایا: ''اس نے کیوں اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کر دیا ہے خدا اس سے بے نیاز ہے''۔

عقبہ بن عامر کی بہن نے غلاف کعبہ تک ننگے پاؤں چلنے کی منت مانی اور عقبہ کو آنحضرتﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ پوچھ آئیں تو آپﷺ نے فرمایا: ''سواری پر بھی جاسکتی ہے''(۲۰)

ایک مرتبہ آپﷺ خطبہ دے رہے تھے لوگ نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ بیٹھ کر سن رہے تھے لیکن ایک شخص کھڑا تھا آپ نے وجہ دریافت فرمائی تو معلوم ہوا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ ہمیشہ کھڑا رہے گا۔آنحضرتﷺ نے حکم دیا کہ اسے بیٹھنا چاہیے۔سائے میں آنا چاہیے، گفتگو بھی کرنی چاہیے اور روزے کو بھی پورا کرنا چاہیے۔(۲۱)

ایک شخص آپﷺ کو نظر آیا جسے ایک شخص ناک میں نکیل ڈال کر کعبہ کا طواف کرا رہا تھا۔ آپ نے اس کی ناک کی رسی کاٹ دی اور فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر طواف کراؤ۔(۲۲)

لیکن ان بدعات سے زیادہ ان اصولوں کو مٹانا زیادہ ضروری ہے جن کی بناء پر بدعات پیدا ہوتی ہیں۔ بدعات کا سب سے بڑا سرچشمہ تشدد آمیز مذہبی انہماک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے

اپنے نظام عبادات کو نہایت سہل اور آسان طریقے پر قائم کیا ہے اس لحاظ سے اگر چہ خود اسلام کے سنگ بنیاد پر بدعت کی عمارت قائم نہیں کی جاسکتی تھی، تاہم ابتدا میں صحابہ کا ایک پرجوش اور مخلص گروہ نہایت شدت کے ساتھ عبادت میں مصروف رہنا چاہتا تھا۔ جب انحضرت ﷺ نے ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا شروع کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کو سختی کے ساتھ منع فرمایا اس پر بھی لوگ باز نہیں آئے تو معمول کے خلاف متصل روزہ رکھنا شروع کر دیا کہ لوگ گھبرا کر خود بخود باز آجائیں، عبداللہ بن عمر کو کثرت صوم و صلوۃ سے اسی لیے روک دیا تھا۔ حضرت سلیمان نے حضرت ابوالدرداء کو بھی شدت زہد سے منع فرمایا تھا اور آپ ﷺ نے ان کی تائید فرمائی تھی۔

آج عصر حاضر میں عبادات کا تصور بہت دھندلا ہو گیا اور تمام بگاڑ کا اصل سبب بدعات اور مذہبی انتہا پسندی کا پایا جانا ہے جبکہ اسلام ایک معتدل اور روشن خیال تصور عبادت پیش کرتا ہے جس میں جبر نہیں ہے۔

اخلاقیات میں اعتدال وروشن خیالی

رسول اللہ ﷺ نے صرف تعلیمات دی نہیں بلکہ ان پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کا عمل حیات انسانی کے لیے مکمل اور معتدل نمونہ ہے انہی امتیازات کی وجہ سے آپ کی ذات روشنی کا سب سے بلند اور سب سے زیادہ واضح مینار ہے اسی لیے قرآن نے آپ ﷺ کے بارے میں گواہی دی:

''وانک لعلی خلق عظیم'' (۲۳)

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''ان خلق رسول الله كان القرآن '''' رسول اللہ کا خلق قرآن تھا''۔ ایک اور موقع پر آنحضرت ﷺ کے اخلاق کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں جس سے روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی، برائی کے بدلے برائی نہ کرتے تھے۔ بلکہ درگزر کرتے اور معاف فرمادیتے تھے۔ (۲۴)

آپ ﷺ کو جب دو باتوں کا اختیار دیا جاتا تو ان میں سے جو آسان ہوتی اسے اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو ورنہ آپ ﷺ اس سے بہت دور ہوتے آپ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا لیکن کوئی احکام الٰہی کو توڑتا اس کو سزا ملتی۔(۲۵)

روشن خیالی یہ نہیں کہ انسان انتہائی اکھڑ اور مغرور ہو اور ہر کسی کی توہین کر رہا ہو بلکہ

''آپ ﷺ نرم خو تھے سخت مزاج نہ تھے، کسی کی توہین روا نہ رکھتے تھے چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار تشکر فرماتے کسی چیز کو برا بھلا نہ کہتے کھانا جس قسم کا ہوتا تناول فرما لیتے اور اس کو برا بھلا نہ کہتے دنیا اور اس کی چیزیں غصہ نہ دلا سکتیں۔ اگر کوئی حق کی مخالفت کرتا تو غصہ کرتے اور حق کی حمایت کرتے لیکن ذاتی معاملے پر کبھی غصہ نہیں آیا اور نہ کسی سے انتقام لیا''۔(۲۶)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اخلاقیات کے سلسلہ میں بہت سے معتدل اور روشن خیال امور کا درس دیا جو عصر حاضر کے مسائل میں مشعل راہ ہیں۔

فخر وغرور کی ممانعت

عصر حاضر کا مادیت پسند انسان فخر وغرور کا شکار ہے امراء وسلاطین کو اس مرض نے دنیا کی تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ اگرچہ خیر البشر تھے لیکن اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو انبیاء سابقین پر ترجیح دیتا تو آپ اسے منع فرماتے تھے ایک صحابی اور ایک یہودی میں جھگڑا ہو گیا صحابی نے غصے میں قسم کھائی اور کہا ''اس خدا کی قسم جس نے محمد ﷺ کو تمام دنیا سے افضل بنایا ہے'' صحابی نے اس پر غصے میں آکر یہودی کے منہ پر طمانچہ مارا اس نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی۔ آپ نے حکم دیا ''مجھے موسیٰ پر ترجیح نہ دو''۔

توہمات سے اجتناب

دور حاضر کی انتہاپسندی ہے کہ لوگ ایک معتدل اور روشن خیال دین کو چھوڑ کر سختی کی طرف مائل ہیں اگرچہ اسلام نے عرب جاہلیت کے تمام توہم آمیز خیالات وعقائد مٹا دیئے تھے تاہم بعض باتیں رہ گئی تھیں اور کبھی کبھی ان کا ظہور ہوتا تھا عربوں کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا مر جاتا ہے تو سورج

میں گہن لگ جاتا ہے آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو اتفاق سے اسی دن سورج میں گہن لگ گیا لوگوں کا خیال ہوا کہ یہ حضرت ابراہیم کی موت کا اثر ہے لیکن آپ نے فوراً اس کی تردید کی اور لوگوں کو اس خیال سے روکا اور فرمایا ''چاند اور سورج میں کسی کے مرنے اور جینے سے گہن نہیں لگتا''

اخلاقی اصلاح

آنحضرت ﷺ کی بعثت کا اصلی مقصد اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس تھا جسے آپ ﷺ نے خود ظاہر فرمایا تھا: ''انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق'' (میں اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں)

موجودہ دور میں سب سے زیادہ اخلاقی اصلاح کی ضرورت ہے جس کے لیے سیرت طیبہ ﷺ کامل نمونہ ہے۔ احادیث میں اسی کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن کے جزئیات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

انسداد گداگری

اسلام نے زکوۃ کا مستقل نظام قائم کیا تھا کیونکہ لوگ اس کے حقیقی مستحق تھے اسلام مفت خوری اور گداگری کو ذلیل پیشہ قرار دیتا ہے۔

''ایک مرتبہ ایک انصاری نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے گھر میں کچھ پونجی ہے اس نے کہا ایک ٹاٹ ہے جسے اوڑھتا بچھاتا ہوں ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں آپ نے فرمایا ''جا کر اسے لے آؤ'' وہ جا کر لے آیا آپ ﷺ نے تمام صحابہؓ کے سامنے اسے بغرضِ فروخت پیش کیا ایک صحابی نے ایک درہم پر لینا چاہا دوسرے صحابی نے قیمت میں اضافہ کر کے دو درہم میں لے لیا آپ ﷺ نے دونوں درہم اس انصاری کے حوالے کیے اور فرمایا ایک درہم کا غلہ لے کر گھر دے آؤ اور دوسرے درہم کا ایک بسولا خرید کر میرے پاس لاؤ وہ بسولا خرید لایا آپ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے دستہ لگایا اور حکم دیا ''جنگل میں جا کر لکڑی کاٹ لا'' اسے فروخت کیا دس درہم ہاتھ آئے تو یہ رقم لے کر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا اس رقم سے کچھ غلہ اور کپڑا خرید

لاؤ۔ کھاؤ پیو، گداگری سے یہ بہتر ہے، وہ تو آدمی کے چہرے کا داغ ہے، صرف اپاہج لوگوں کے لیے جائز ہو سکتی ہے'' (۲۷)

رشوت خوری اور خیانت

حکام کو اکثر رشوتیں، نذر اور ہدیے کے ذریعے دی جاتی ہیں آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی اس قسم کا واقعہ پیش آیا آپ ﷺ نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا اس نے واپس آکر آنحضرت ﷺ کے سامنے صدقے کا مال پیش کیا اور کہا اتنا مسلمانوں کا مال ہے اور اس قدر مجھے ہدیہ ملا چونکہ اس قسم کا ہدیہ رشوت بن سکتا تھا اگر علانیہ اس کا انسداد نہ کیا جاتا تو اور لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے اس لیے آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ''اس عامل کو دیکھو جو یہ کہتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور یہ میرا مال ہے ذرا وہ اپنے گھر میں تو بیٹھ کر دیکھے کہ اس کے پاس ہدیہ آتا ہے یا نہیں''۔ (۲۸)

خیانت کا انسداد بھی فرمایا: ''ایک دفعہ بازار سے گزرے اور ایک شخص کے غلے کے ڈھیر میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو نمی محسوس ہوئی چونکہ بھیگے ہوئے غلے کا وزن بڑھ جاتا ہے اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں'' (۲۹)

چونکہ عرب میں غلہ بہت کم آتا تھا اس لیے جب سوداگر باہر سے غلہ لاتے تھے تو شہر سے باہر ہی لوگ تخمیناً خرید لیتے تھے لیکن اس سے کئی طرح کے نقصانات پیدا ہوتے تھے اول تمام شہر محروم رہ جاتا تھا دوسرے یہ کہ غیر معین اور غیر معلوم بیع تھی اس لیے آنحضرت ﷺ نے اس سے روکا۔ آپ ﷺ اس پر عموماً لوگوں کو سزا دیتے تھے۔ (۳۰)

حفظ الید و حفظ اللسان

حضور ﷺ نے حفظ الید اور حفظ اللسان کی تلقین کی یہ چیز معاشرے کے اندر اعتدال کو پروان چڑھاتی ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے غلام کو ماں کی گالی دی آپ ﷺ نے

فرمایا: ’’تم اس کو گالی دیتے ہو؟ تم میں زمانہ جاہلیت کا اثر ابھی باقی ہے تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں جو تم کھاؤ، وہی انہیں کھلاؤ، جو تم پہنو وہی انہیں پہناؤ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام مت لو اگر لیتے ہو تو ان کی اعانت کرو‘‘ (۳۱)

مداحی اور عیش پروری کا انسداد

یہ عصر حاضر کا بہت بڑا مرض ہے جس کا خاتمہ ضروری ہے امراء و سلاطین کو اس چیز نے تباہ کر دیا۔ حضور ﷺ کو خود مداحی سے نفرت تھی اور لوگوں کو بھی اس سے منع فرماتے تھے چنانچہ ایک آدمی نہایت مبالغہ آمیز طور پر ایک شخص کی مدح کر رہا تھا آپ نے دیکھا تو فرمایا: ’’تم نے اسے ہلاک کر دیا‘‘ (۳۲)

زائد از ضرورت عمارات و تعیّشات

یہ بھی عصر حاضر کا بہت بڑا مرض ہے جس میں انسان گمراہ ہے اور تعیّشات زندگی کے سلسلہ میں انتہاء پسند واقع ہوا ہے روشن ضمیری کا تقاضا ہے کہ انسان قناعت پسند ہو۔

’’ایک مرتبہ آپ ﷺ راستے سے گزرے تو ایک بلند عمارت نظر آئی آپ ﷺ نے فرمایا: کس کا مکان ہے؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام لیا آپ ﷺ خاموش ہو گئے لیکن بات ذہن میں رکھ لی اور جب وہ انصاری آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا انہوں نے اپنے دوستوں سے آنحضور ﷺ کی ناراضی کا سبب پوچھا تو لوگوں نے واقعہ بیان کیا فوراً گئے اور اس مکان کو منہدم کر دیا آپ ﷺ دوسری بار اس طرف سے گزرے تو فرمایا وہ عمارت کیا ہوئی لوگوں نے بتایا یا رسول اللہ صاحب خانہ نے آپ ﷺ کی ناراضی کے خوف سے اسے گرا دیا آپ ﷺ نے فرمایا ’’ہر وہ گھر جو ضرورت سے زائد ہو صاحب خانہ پر وبال ہے‘‘۔ (۳۳)

اسی طرح آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے رنگین پردہ لٹک رہا تھا خود دست مبارک سے پردے کے دو ٹکڑے کر دیئے اور فرمایا ’خدا نے ہمیں مٹی اور پتھر کے آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا‘‘۔ (۳۴)

الغرض اخلاقیات میں اسلام نہایت اعتدال پسندی کا متقاضی ہے اور یہی اعتدال پسندی، روشن خیالی کا پیش خیمہ ہے جس سے تمام آداب کا سرچشمہ پھوٹتا ہے۔

معاشرت میں اعتدال پسندی وروشن خیالی

اسلام ایسا دین ہے جو قیامت تک تمام ادیان پر غالب رہے گا۔ اسلام نے دیگر شعبوں کی مانند معاشرت میں بھی خاطر خواہ رہنمائی بہم پہنچائی ہے اور انسان کو اعتدال پسندانہ رویہ اختیار کرنے کی تاکید کی ہے۔

اسلام تہذیب مغرب کی طرح مادر پدر آزادی اور مساوات مرد وزن کو روشن خیالی قرار نہیں دیتا بلکہ اسلام کی اعتدال پسندی یہ ہے کہ اس نے زندگی کے تمام شعبوں میں اقدار کا تعین کیا ہے انسان کو اس کا صحیح مقام عطا فرمایا ہے۔

عفت وعصمت

حضرت فضلؓ بن عباس نہایت خوبصورت آدمی تھے زمانہ حج میں آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا ایک خوش رو عورت فتوی پوچھنے کے لیے آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھی فضلؓ نے اس کو شوق کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا آنحضرت ﷺ نے خود دستِ مبارک سے ان کی ٹھوڑی پکڑ کر منہ اس کی طرف سے پھیر دیا۔ (۳۵)

ستر عورت کی تاکید

یورپ کو آج تہذیب وتمدن پر بڑا ناز ہے مگر یورپ کی اخلاقی حالت کے اصلی مناظر نہایت نفرت انگیز ہیں بظاہر ہر فرنگی کو ستر عورت کا خیال رہتا ہے اور کسی نے کسی فرنگی کو راہ میں برہنہ تن کم دیکھا ہے۔

لیکن اسلام کی تہذیب صرف نمائشی لباس آرائی کو کافی نہیں سمجھتی ایک بار آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو میدان میں برہنہ نہاتے ہوئے دیکھا تو فوراً منبر پر تشریف لائے اور ایک عام خطبہ دیا: ''خدا صاحب حیا کو پسند کرتا ہے پس تم میں سے جو غسل کرے چاہیے کہ پردہ ڈال لیا کرے'' ''مسور

بن مخرمہ نے ایک دفعہ بھاری پتھر اٹھایا اس حالت میں ان کا کپڑا اگر گیا آپ ﷺ نے ٹوکا کہ کپڑا اٹھاؤ اور برہنہ نہ ہو" (۳۶)

لیکن یورپ میں ستر پوشی کا یہ حال ہے کہ غسل خانوں، حماموں، بحری ساحلوں اور پیرا کی کے حوضوں میں صدہا متمدن انسان برہنہ ہو کر ایک دوسرے کے سامنے نہاتے ہیں۔

اصلاح شئون النساء

عرب کی عورتوں میں جو بداخلاقیاں پھیل گئی تھیں ان میں ایک بداخلاقی یہ تھی کہ بعض عورتیں مردوں کی وضع اختیار کر لیتی تھیں۔ جو آج ہو رہا ہے عصر حاضر میں اس چیز کا تدارک کرنے کی ضرورت ہے آنحضرت ﷺ نے ان پر عموماً لعنت فرمائی ہے جب کبھی کسی عورت کی وضع بلاقصد بھی مردوں کی مشابہت کرتی تھی تو آپ ﷺ فوراً ٹوک دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ام مسلمہ دوپٹہ اوڑھ رہی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا "لیة لا لیتیــــن" ایک تہہ کر کے اوڑھو دو تہہ نہ کرو۔ کیونکہ دو تہہ کرنے سے عمامہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی ہے جو خاص مردوں کی وضع ہے۔ ایک عورت نے پردے سے آپ ﷺ کو خط دینا چاہا اس کے ہاتھوں میں مہندی نہ تھی آپ ﷺ نے فرمایا "یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا" اس نے کہا "میں عورت ہوں" فرمایا: "اگر عورت ہو تو مہندی ضرور لگاؤ"

غیرمحتاط لباس کی ممانعت

آج بھی اکثر عورتیں غیرمحتاط لباس پہنتی ہیں آنحضرت ﷺ نے اس بے احتیاطی پر روک ٹوک فرمائی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ آپ کے پاس ایک کپڑا پہن کر آئیں تو آپ ﷺ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا: "عورت بلوغ کے بعد صرف منہ اور ہاتھ کھلا رکھ سکتی ہے" (۳۷)

خلاصۃ المقال

الغرض آج ہم جس روشن خیالی کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ کبھی بھی مثبت انداز نہیں ہو سکتا ایسی روشن خیالی کبھی بھی ایک سچے مذہب کے لیے نشان راہ ثابت نہیں ہو سکتی۔ یہ مغرب کا پروپیگنڈا اور سازش ہے کہ اقوام عالم کو آزادی اور روشن خیالی کے نام پر تہذیب مغرب کی طرف دھکیلو جس میں وہ

ہماری کوتاہ عقلی کے باعث بہت حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اسلام دین اعتدال ہے اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ''اسلام'' کا لغوی معنی ہی ''سلامتی، امن، سکون اور تسلیم و رضا ہے''۔ امن و سکون مہذب انسانی معاشرے کی اعلیٰ خصوصیت ہے جہاں توازن و اعتدال نہیں وہاں گویا ظلم اور تشدد ہے۔ اور ظلم درندگی کی علامت ہے انسانیت کی نہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ دین اعتدال کی حیثیت سے اسلام زندگی کے ہر شعبے میں عدل و انصاف اور میانہ روی کا داعی ہے شدت اور انتہا پسندی جہاں بھی اور جس معاملے میں ہوگی اس کا انجام انتہائی خطرناک، مہلک اور عبرتناک ہوگا۔ اس لیے دین فطرت، روشن ضمیر دین ہمیں انفرادی، قومی اور بین الاقوامی سطح کے جملہ معاملات میں توازن و اعتدال برقرار رکھنے کا سختی سے حکم دیتا ہے۔ خواہ وہ نظام سیاست و معیشت ہو یا جہان فکر و نظر، میدان جہاد ہو یا تبلیغ و اقامت دین، حقوق العباد کی ادائیگی ہو یا حقوق اللہ کی بجا آوری، سماجی اقدار کا معاملہ ہو یا مذہبی اعتقاد کا الغرض جس جس گوشے کو جس جس زاویے سے بھی دیکھا جائے اس میں حسن و توازن جھلکتا ہوا نظر آئے گا۔

اس وقت اقوام عالم خصوصاً امت مسلمہ کی تباہی و بے سروسامانی کی وجہ اگرچہ ہر شعبہ میں عدم توازن و بے اعتدالی ہے لیکن ہمارے ملک میں بدقسمتی سے مذہبی و سیاسی انتہا پسندی نے ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ ہر جماعت، طبقہ اور قیادت اپنے علاوہ دوسروں کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دینے پر تلی ہوئی ہے۔ سوچ و فکر کی اس شدت اور انتہا پسندی نے ہمیں ان راہوں پر گامزن کر دیا ہے جو راہیں آگ اور خون کی وادیوں میں جا اترتی ہیں۔ اگر ہم طبیعت، مزاج اور زاویہ نگاہ میں اعتدال و میانہ روی لے آئیں اور دوسرے کی بات کو خندہ پیشانی اور تحمل سے سننے اور برداشت کرنے کی خو پیدا کر لیں تو مغائرت اور مخاصمت کی فضا کی جگہ باہمی موافقت و یگانگت اور محبت و مروت ہماری زندگی میں در آ سکتی ہے۔

اس سارے مسئلے کا واحد حل ہمیں دین اسلام سے ہی ملتا ہے جس کے علمبردار محمد ﷺ ہیں۔

آپ ﷺ نے ۱۴، ۱۵ سال کی عمر میں حرب الفجار کو دیکھا اور اسی وقت سے ایک قوم کا دوسری قوم پر حملہ آور ہونا، انسان کا انسان کو شکار غضب و وحشت بنانا، ناپسند فرمایا اس کا علمبردار وہ ہے جس کی روشن خیالی، فطرت سلیمہ اور طینت طیبہ نے حلف الفضول کے عہد و پیمان کو مستحکم و استوار بنایا اور ایک شریف النفس کے لیے داد خواہی مظلوماں اور دستگیری مظلوماں، حفاظت مسافراں اور اعانت بے چارگاں کے اوصاف کا حاصل کرنا لازم ٹھہرایا جس کی روشن خیالی نے دشمنوں کے ساتھ ہر ایک انتقامی کارروائی کرنے سے روکا اس وقت جب کہ اہل ایمان میں انتقام لینے کی طاقت بھی موجود تھی۔

جس (محمد ﷺ) کی روشن ضمیری نے کاہنوں کے ترہب کو، ہندوؤں کے جوگ اور سنیاس کو، یہودیوں کے فرقہ لامساس کو، یونانیوں کے گروہ کلبیہ کو عیسائیوں کے نن اور منک کو اور ان سب کے افسوس ناک اور عبرت خیز نتائج کو دیکھا اور ''رھبانیة ن ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم'' کا فرمان سنایا اور ''لا رھبانیة فی الاسلام'' کے ارشاد سے تمدن اور انسانیت کو تاج امتیاز عطا فرمایا۔

جس کی روشن نگاہ میں رومی، مصری و سوڈانی سب مساوی ہیں جس کے دربار میں مدعم سوڈانی، بلال حبشی، فیروز خراسانی، سلمان فارسی، صہیب رومی، اثامہ نجدی اور عدی طائی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔ جہاں جندل کا بادشاہ اکیلا نہیں بلکہ عمان کا حکمران جفران آل حمیر کا مدعی الوہیت ذوالکلاع کا بڑا کاہن ضماد غلامان بارگاہ سے بہت پیچھے صف نعال میں خرم وشادمان موجود ہے۔

جس نے دیکھا کہ کہیں تو عورت کو اناج، غلہ، روپیہ، پیسہ کی طرح دان میں دیا جاتا ہے۔ (ہندومت) اور کہیں عورت کو بے روح بتایا جاتا ہے یا کبھی عورت کو مجسم شیطان سے تعبیر کیا جاتا ہے (سترہویں صدی سے پہلے پہلے کی عیسائیت) کہیں اسے صرف اغراض شہوانی کا آلۂ کار قرار دیا گیا ہے۔ (یہودیت) اور کہیں بے جان زمین کی طرح اسے سب مردوں کا لکد کوب ہونا تجویز کیا ہے (ایران کے مزدکیہ و مانویہ) اور ان جملہ حالات میں اس کی شخصیت و ذہنیت اور حقوق کا ذرہ بھی پاس و لحاظ نہیں رکھا گیا ان جملہ مصائب کو دور کرنے کے لیے حکم سنایا:

''النساء شقائق الرجال'' (۳۸) ''عورتیں مردوں کے لیے گل وریحان ہیں''

اور ''فاتقوا اللہ فی النساء'' عورتوں کے معاملے میں تقویٰ الٰہی سے کام لینا۔(۳۹)

اس دین کا علمبردار وہ ہے جو انسانیت کے درجہ رفیع کو نہ تو زر و دولت کے لباس میں دیکھتا ہے اور نہ فقر و تہی دستی کے وقت اس کی نفی کرتا ہے۔ بلکہ انسانیت کا مدار اور ابن آدم کہلانے کا استحقاق وہ صرف ایمان اور علم پر مبنی کرتا ہے۔

''فضل العالم علی العباد کفضلی علی ادنکم''(۴۰)

''عالم کی عابد پر فضیلت اتنی ہے جتنی نبی کو ادنی امتی پر ہوتی ہے''

جس کی روشن ضمیری نے طلاق کو روکنے کے لیے ایسی تدابیر کو ضروری ٹھہرایا جن پر عمل کرنے سے ہر ایک جلد باز اور ہر ایک انجام سے بے پرواہ اور ہر ایک مغلوب الغیظ کو طلاق کی برائی سے محفوظ فرما لیا گیا۔

جس نے وقف علی الاولاد کے آئین سے اولاد کو فقر، تنگدستی سے اور جائداد کو تباہی اور خاندان کی ہلاکت سے محفوظ بنایا اس مسئلہ سے دنیا کلیتہ ناواقف تھی، جس نے اسیران جنگ کی جان بخشی و رحم فرمائی کے اصول واضح فرمائے جس نے رہزنوں کو چوپانی اور بادشاہوں کو اخوانی سکھائی۔ جس نے غلاموں کو سلطانی دی جس نے بساط کیانی پر اونٹ چرانے والوں کو بٹھایا.... یہ ایک صداقت کا گنجینہ ہے اور اس گنجینہ کا نشان خود ہادی مطلق نے دیا ہے۔ یہ ایک بشارت ہے جسے قدرت ربانی ہر ایک مخلوق کے کان تک پہچانا چاہتی ہے۔ یہ ایک نوید ہے جو علالمیاں کو شیفتہ احسانات الٰہیہ بتاتی ہے۔ اسی نوید کو آج ہمیں اپنی زندگیوں کا مرکز و محور بنانا ہے۔ اور اسی بشارت کو ہمیں قریہ قریہ پھیلانا ہے۔

آمین

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

مصادرومراجع

۱۔ الیسوعی،لوئیس معلوف،المنجد،ص۱۰۹۰،دارالاشاعت کراچی۱۹٦۰ء

۲۔ Chambers Ltd and Cambridge University Press,P-472, 1988.

۳۔ A Dictionary of Modern Written Arabic, 1076.

۴۔ Encyclopedia of Britanica, P-504/2, 1768.

۵۔ بیان اللسان،۵۰۱

٦۔ صدیقی،عبدالحمید،انسانیت کی تعمیرنواوراسلام،ص۲۲،اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور،اگست۱۹۹۱ء

۷۔ ندوی،ابوالحسن علی،مسلم ممالک میں اسلامیت ومغربیت کی کشمکش،ص۲۴۴۔۲۴۵،مجلس نشریات اسلام کراچی،۱۹۸۱ء

۸۔ بخاری،کتاب العلم،باب العلم قبل القول،۱/ ۲۵

۹۔ البقرة ۲:۱٦۸

۱۰۔ ابن ماجہ،کتاب المناسک،باب قدرحصی الرحی،الکتب الستہ،ص۲٦٦۰

۱۱۔ الدین القیم،ص٦٦

۱۲۔ بخاری،کتاب فضائل القرآن،باب تالیف القرآن،٦/ ۱۰۰۔۱۰۱

۱۳۔ بخاری،کتاب الایمان،باب حلاوة الایمان،۱/ ۱۰ ؛
مسلم،کتاب الایمان،باب جامع اوصاف الاسلام،۱/ ۴۷

۱۴۔ دارمی،کتاب العلم،باب فضل العلم والعالم،۱/ ۹۹

۱۵۔ مشکوة،کتاب العلم،الفصل الثالث،۱/ ۸۴

۱٦۔ المؤمن ۴۰:۱۷

۱۷۔ عون المعبود،کتاب الطہارت،باب الارض یصیبھا البول،۱/ ۱۴۵

۱۸۔ بخاری،الجامع،۱/ ۲٦

۱۹۔ ایضاً، ۱/ ۱۴۷

۲۰۔ مسلم،الجامع،۲/ ۱۷۰۱

۲۱۔ بخاری، الجامع، ۷/۱۴۳

۲۲۔ ایضاً،

۲۳۔ بخاری، الجامع، باب بدء الوحی، ۱/۳

۲۴۔ مسند، احمد بن حنبل، ۶/۷۴، ۲۳۶، ۲۶۴

۲۵۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ ﷺ للا ثام، ۷/۸۰،
ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی التجاوز فی الامر، ۵/۱۴۲

۲۶۔ الشمائل، باب ماجاء فی خلقہ، ۲۱

۲۷۔ سنن ابن ماجہ، ص ۳۹۷

۲۸۔ صحیح مسلم، ۲/۱۱۳

۲۹۔ سنن ابن ماجہ، ص ۴۰۳

۳۰۔ بخاری، الجامع، ۳/ ۶۸

۳۱۔ ایضاً، ۱/۱۱

۳۲۔ ایضاً ۳/ ۱۷۷

۳۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الادب، باب ماجاء فی النہا، ۲/ ۳۵۶

۳۴۔ ایضاً، ۲/ ۲۱۶

۳۵۔ بخاری، الجامع ۸/۵۱

۳۶۔ ابوداؤد، ۲/۲۰۱

۳۷۔ ایضاً، ۲/۲۱۱

۳۸۔ ابوداؤد، السنن، کتاب المناسک، حدیث نمبر ۹۴، دارالکتب البیروت

۳۹۔ ایضاً، حدیث نمبر ۸۴

۴۰۔ علی متقی ہندی، کنزل العمال، ۸/۲۱۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت